(محمد حسین انصاری) معروف بہ وفا جونپوری

احمد آباد

حضرت ملّا شاہ جیو قادری کے

قلمی دیوان فارسی کا اجمالی تعارف

احمد آباد میں واقع حضرت پیر محمد شاہ درگاہ شریف ٹرسٹ کے کتب خانے کا شمار نہ صرف گجرات بلکہ ہندوستان کے نادر اور نامور کتب خانوں میں ہوتا ہے۔ بلکہ بعض اعتبار سے یہ کتبخانہ عالمی شہرت کا حامل ہے۔ مشرقی علوم وفنون سے متعلق عربی، فارسی، قدیم اردو اور گجری زبانوں میں کم وبیش چار ہزار قلمی مخطوطات اس کتب خانہ کی زینت ہیں۔ ان مخطوطات کے موضوعات کے تنوّع کا عالم یہ ہے کہ قرآن، تجوید تفسیر، حدیث، سیرت، فقہ، اصول فقہ، تصوف، فلسفہ، منطق، صرف ونحو، تاریخ، ادب، بیان ومعانی نیز طب وتذکرہ کے علاوہ دیگر کئی موضوعات پر نادر ونایاب قلمی نسخے ارباب علم وفن کو، گوشۂ گمنامی سے نکال کر انہیں منظر عام پر لانے کے لیے دعوت فکر دے رہے ہیں۔ تمام مخطوطات مجلّد ہیں اور تقریباً سبھی کی مائکرو فلم کروالی گئی ہے۔ مزید خوش آیند بات یہ ہے کہ ٹرسٹ ہذا کے علم پرور اور مخلص اراکین نے شہر وصوبہ کے مشاہیر علمأ ومحققین کی خدمات حاصل کر کے تمام مخطوطات کی وضاحتی فہرست سازی سات جلدوں میں مکمل کروالی ہے۔ اسکے علاوہ حال ہی میں تمام جلدوں میں مندرج مخطوطات کے عنوانات اور

مصنف کے ناموں کے اعتبار سے ایک ضخیم کیٹلاگ انگریزی میں شایع کیا گیا ہے۔

فہرست سازی کے دوران زیر بحث مخطوطہ ہندوستان کے نامور محقق ڈاکٹر ضیاء الدین ویسائی صاحب (مرحوم) کی نظر سے جب گذرا تو موصوف نے اس سے دلچسپی کا اظہار کیا۔ اس مخطوطہ پر ایک سیر حاصل مضمون بھی لکھنا چاہتے تھے لیکن دیگر علمی مصرفیات اور مسلسل علالت مانع رہی یہاں خاکسار نے مذکورہ مخطوطہ کا اجمالی تعارف پیش کرنے کی ادنیٰ کوشش کی ہے۔

زیر بحث مخطوط مذکورہ کتب خانہ کی وضاحتی فہرست کی جلد نمبر ۵ کے صفحہ نمبر ۱۹۴ پر کال نمبر ۱۴۴۹ کے تحت درج ہے۔ انگریزی کیٹلاگ میں اس کا اندراج نمبر ۵۱۶ ہے۔ مخطوطہ کی سائز ۲/۲۲۱×۲/۱۲۱ سینٹی میٹر ہے۔ ایک صفحہ پر تقریباً ۱۱ تا ۱۴ اشعار درج ہیں۔ دیوان کے کل فولیو کی اوراد ۹۹ ہے۔ ا سے ۸۷ فولیو پر کل ۱۹۵ غزلیں درج ہیں۔ اس کے بعد ۸۸ سے ۹۱ (کل ۴ فولیو) پر ۳۵ رباعیات موجود ہیں۔ دیوان کا آخری حصہ (۹۲ سے ۹۹ فولیو) پر تقریباً ۲۸ ریختے درج ہیں۔

دیوان کے شروع سے آخر تک کئی مقامات پر فولیو کے دونوں یا ایک صفحہ سادہ ہے جن پر کوئی کلام درج نہیں ہے۔ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ دیوان کے منتشر اوراق کی شیرازہ بندی کے وقت اوراق کی ترتیب کے سبب ایسا ہوا ہو۔ بوسیدگی اور کرم خوردگی کی وجہ سے دیوان کے اوراق متعدد جگہوں سے پھٹ گئے ہیں جنکی مرمت کاغذ کی پٹیوں سے کر دی گئی ہے۔ نتیجتاً اکثر جگہوں پر الفاظ یا تو صاف دکھائی نہیں دیتے یا بالکل دب گئے ہیں۔ دیوان کا خط شکستہ اور نستعلیق ہے جو کئی جگہ تبدیل ہوتا رہتا ہے۔

دیوان کی پہلی غزل حافظ شیرازی کے دیوان کی غزل کے اس مصرعہ پر تضمین سے ہوتی ہے۔ ؎

''الایا ایہا'' کہ کار افتادہ با عشق و بسی روداد مشکلہا مخطوط کے اختتام پر تحریر

کی عبارت اس طرح ہے۔

''تمام شد کتاب دیوان غزل از تصنیف مولوی میان شاہ جیو قادری بروز سہ شنبہ بوقت

چاشت حررہ فقیر از ضعیف العباد نور اللہ بتاریخ غرّہ ماہ شعبان المعظم المکرّم ۱۲۱۰ھ مطابق ۴۴ جلوس

والا قلمی شد''۔

یہاں ایک وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ اس دیوان کے ساتھ اور اسی کے کال نمبر

۱۴۴۹ کے تحت ہی شروع میں ایک دیگر قلمی دیوان فارسی بعنوان حل المشکلات از شیخ محی الدین

العربی، جلد اول بھی مجلد کیا گیا ہے۔ یہ مخطوط ۹۶ فولیو پر مشتمل ہے۔ اس کا موضوع بھی تصوف

ہے۔ دونوں مخطوطات کی موضوعی مماثلت نیز جلد بندی کی سہولت کے سبب ایسا ممکن ہے۔

دیوان شاہ جیو کی کتابت ۱۲۱۰ھ میں کی گئی ہے۔ اس لحاظ سے ملا شاہ جیو کا زمانہ ۱۲

ہویں صدی کی آخری دہائی قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس سے قبل گجرات میں گجری ادب کے ارکانِ

ثلاثہ: (۱) شاہ بہاء الدین باجن (۹۱۲ھ) (۲) حضرت قاضی محمود دریائی بی پوری

(۹۶۱ھ) اور (۳) شاہ علی جیو گاؤں رگام دھنی (۹۷۳ھ) کے کلام میں تصوف کا عنصر

غالب نظر آتا ہے۔ ان صوفیاء کرام کے بعد حضرت شاہ جیو قادری نے اپنی غزلوں، رباعیوں اور

ریختہ کے ذریعہ تصوف کی روایت کو آگے بڑھایا۔ شیخ خوب محمد چشتی نے اس روایت کو مزید

تقویت دی۔ شاہ جیو نے اپنا تخلّص کہیں شاہ اور اکثر مقامات پر خدا بین استعمال کیا ہے۔ عشق

الٰہی اور فنا فی الٰہیت کی نسبت سے انہوں نے ''خدا بین'' سے خوب خوب استفادہ کیا ہے۔

شاہ جیو نے فارسی کی تقریباً تمام مروجہ خفیف وطویل بحروں میں اشعار کہے ہیں۔

اشعار کے مضامین، تراکیب، لفظیات واصطلاحات کے علاوہ شعر آہنگ سے پتہ چلتا ہے کہ شاہ

جیو حافظ شیرازی کے شاعرانہ نظریات وفلسفہ سے حد درجہ متاثر ہیں۔ یہاں تک کہ ان کی اکثر غزلوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہیکہ وہ حافظ شیرازی کو اپنا معنوی استاد سمجھتے ہیں۔ کیونکہ اپنی بیشتر غزلوں میں وہ حافظ کا تتبع کرتے ہوئے ان کی عظمت کا اعتراف کرتے ہیں۔

حضرت شاہ جیو کا تعلق قادریہ سلسلہ سے ہے۔ فولیو نمبر ۷ پر درج غزل نمبر ۲۰ کے مقطع میں پہلے اپنے پیر حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی سے اپنی عقیدت کا اظہار اور پھر خواجہ حافظ کو اس طرح یاد کیا ہے۔

اولاً غوث محی گفتہ وثانی حافظ

ثالث الخیر خدابیں شہہ دیوانۂ ما

اس کے علاوہ خدابین شاہ جیو کی غزلوں میں اکثر ایسے اشعار مل جاتے ہیں جن میں انہوں نے خواجہ حافظ کو کسی نے کسی زاویہ سے یاد کیا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

باادب رفتہ خدابین ہمہ جا در پہ او

ورنہ در پاسِخ حافظ خطری نیست کہ نیست

ہمچون شاہ وچو حافظ شیراز　　　　این لآبی کسی نہ شوید باز

کجا چو حضرت حافظ توانم آرم شعر

دلیک گفتہ ام این راہمین برای فراق

اس کے علاوہ غزل نمبر ۴۸ (فولیو۔۱۴) کے مقطع میں کسی عظمت الانامی بزرگ سے اپنی وابستگی کا اظہار شاہ جیو اس طرح کرتے ہیں۔

شمس وقمر عطارد و مریخ و مشتری

چون شاہ عظمت الامن شہسوار نیست

اس کے بعد کی غزل میں مذکورہ بزرگ کے ساتھ شمس تبریز اور مولانا روم کو بھی اس طرح یاد کرتے ہیں۔

چون شمسؔ و عظمتؔ اللہ چون مولویؔ و شاہ
شمسی مدُیر نیست و قطبی مدار نیست

چون کہ زیر بحث دیوان کا موضوع تصوف ہے، لہٰذا کلام کے بلا استعجاب مطالعے معلوم ہوتا ہے کہ تصوف کے مختلف مراحل و مناسک، ان کی عقیدہ کشائی، صوفی کے درجات، کمالات کا بیان شاہ جیو اپنے منفرد و مخصوص انداز میں جا بجا کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ فلسفہ وحدت الوجود، رسالت، عشق رسولؐ، عقیدتِ اہل بیت، فنائی الھیت نیز بے ثباتی دنیا، استغنیٰ، بے نیازی از غیر اللہ، شکر و صبر، اعتراف عصیاں، طلب عفو، وغیرہ موضوعات کو نہایت دلپذیر انداز میں قلمبند کیا ہے۔ پورے کلام میں بھگتی تحریک کا رنگ اور تصوف کا اثر غالب ہے۔

یہاں بخوف طوالت مشتی از خرواری کے طور پر بطور نمونہ مختلف موضوعات کے تحت مندرجہ ذیل چند اشعار سے ملا جیو کے علمی و شاعرانہ کمالات کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

عشق الٰہی، توحید، فنافی الٰہیت کے تحت حسب ذیل اشعار ملاحظہ فرمائیں:

خدا بیں گر خدا خواہی بیاد چون حافظِ شاہا
من الکل ما سوا اللہ تب عنہا و اکلمہا (غزل ۱ مقطع)

ہر جمالی را کہ دیدم، بود با دیدم خدا
جز خدا چیزی ندیدم، لاجرم دیدم خدا (غزل ۹ مطلع)

خدا نمود خدا بین چون شاؔہ را اینجا
بیک قدم شدہ رہ طی ہزار سالہٗ ما (غزل ۲۴)

خود عاشق و خود یم معشوق

ما ییم تماشا گرِ زیبائی ما (غزل ۳۰)

چون خدا بیں شدم از غیر دگر ہیچ نہ ماند

در کُجا ماند جہنم بہ کُجا ماند بہشت ؟ (غزل ۳۹ مقطع)

بلبل ہر گلی مباش ای دل

یک صنوبر بر انجمن کافیست (غزل ۵۸)

خبر دہید بہ این اہل عقل و نفسِ جہان

خدای بین شدہ شاہ از جملہ بیرون رفت (غزل ۷۳)

چنان مستغرقِ توحید گشتم

زعینِ کفر اسلام بر آید (غزل ۸۶)

پوری غزل میں فنا فی الالٰہیت کی فضا گونج رہی ہے۔ اور لفظ وابستگیِ حق اور معیت باری تعالیٰ کیطرف واضح اشارہ ہے۔

کلام حق تو میخوانی ، بہ لہو ولعب وزندانی

خدا را اگر ہمین دانی ، قلندر شو قلندر شو

بیادِ حضرت ربی ، اگر حبُ نیست سامانی

ہمین جانست قربانی ، قلندر شو قلندر شو

عشق رسولؐ اور عقیدت از اہلِ بیت سے متعلق اشعار دیکھیں:

بے جگر گشتیم در عشقِ نبیؐ کز جگر آن تب تراشیدیم ما

مائیم وسربہ حکمت، درملکِ ہردوعالم

ماچاکرورعیت، سلطانِ ما محمدؐ (رباعی)

محمدؐ آسمان بوبکررا ہمچون زحل دان عمر مریخ وعثماں زہرہ می خوان

علی ماہست وزیرہ شمس این چرخ

عطارد چون حسین ومشتری ہمچون حسن دان

جیسا کہ عرض کیا گیا غزلیات کے بعد کل ۳۵ رباعیات میں فنافی الٰہی اور وابستگی حق کا تصور اپنے عروج پر نظر آتا ہے۔ اس کے علاوہ کبر وتکبر سے احتراز، الفقر وفقری کا شعار، دیوانگی عشق، اور خودی وبیخودی وغیرہ کے مضامین در آئے ہیں۔

شاعرانہ کمال، فنِ شعر وسخن میں ہمہ دانی مندرجہ ذیل اشعار سے ظاہر ہوتی ہے۔

(اکثر اشعار میں تائید غیبی اور عشق رسولؐ کا اعتراف واقرار ہے۔)

یک سخن ہم می نہ افتد، درجبین برروی ما این سخن از معجزاتِ حضرتِ پیغمبر است

بجز امداد غیبی صاف وصادق نیست کس ناطق بہ طبع وکسب نتوان گفت ہرگز حرف عالی را

ذرۂ ہرگز نہ جنبد چون بہ جز اذن الٰہ

زینہار ت زعم آن نبود کہ شاہا گفتہ است (غزل ۴۳)

شاہ شعرت شعر نبود طبع تو طبعِ بشر

اینِ بغیرِ قوتِ آن یک قوی مختار نیست (مطلع غزل ۴۵)

غیر شاہنشہ خدا بین کی شد وکی در سخن

این مضامین را بہ این انداز با این داب بست (غزل ۵۶)

کرا گویم کہ می فہمد سخن را

نہ باشد از منہ این جمہ چینست (غزل ۵٦)

بسی می گفت الفاظ قوافی نیک شاہا را

مدان ہرگز کہ در بحرِ سخن بی نفع می آید (غزل ۹۴)

بیا طرح سخن بین از خدابین لیک منصف شو

مشخص ناتوان بین بیدل و دلخستہ را ماند (غزل ۱۰۲)

پوری غزل میں قادرالکلامی کا دعوہ ظاہر ہے (غزل ۱۰۴ اص:۳۰)

کُجا دماغِ سخن تا کسی سخن گوید وگرنہ شاہ بہ عبرت بسی سخن گوید

کسی کہ راہ سخن یافت در حقیقت کار زخاص گوید اگر از حر سخن گوید

سخن چون شاہِ خدابین نمی توان گفتن

بہر زمانہ یقین ہر کسی سخن گوید

ایک دوسری غزل کے چند اشعار بھی شاہ جیو کی قادرالکلامی کی دلیل ہیں:

بہ نطقِ من کسی دیدی درین عصر سخن ور در تہِ این نیلگون قصر

سخن امروز باید از من آموخت زمانت کو فلاطون دارد و بونصر

زمن باید فرا گیرند منطق کہ بر من گشتہ نطق اندر زمانِ خضر

سعدیؔ و حافظؔ ار سخن شنود

ہر یکی شان بہ پر پر آید باز (صفحہ:۳۴،۳۹)

آج صورت حال یہ ہیکہ ہندوستان کے مختلف کتب خانوں میں لاتعداد نادر و بے مثل قلمی نسخے اور مخطوطے الماریوں کی زینت بنے ہوئے ہیں۔ آج کا دور مسابقت کا دور ہے۔ ملازمت کے نظریے سے آج ایسے مضامین اور شعبۂ تعلیم کو ترجیح دی جاتی ہے جس کا روزی روٹی

سے براہِ راست تعلق ہو۔ لیکن قابلِ توجہ امر یہ ہیکہ فی زمانہ جب کہ ہمارے دیگر برادرانِ وطن اپنی کھوکھلی اور بے جان تہذیب و روایات کی ترسیل و تبلیغ کے لیے مسلسل اور منظم طریقے پر سرگرم عمل ہیں، تو کیا ہم اپنے اسلاف کے ان گرانمایہ کارناموں کو ناقدریِ زمانہ اور دیمک کی نذر ہو جانے کے منتظر ہیں جن میں قیامت تک آنے والی آخری انسان کے لیے، دینیات اخلاقیات، اور انسانیت کا سنہرا درس دیا گیا ہے۔ کیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ رشد و ہدایت کے ان دفینوں اور خزائن کو مکفّل الماریوں سے باہر نکال کر ان کا علاقائی اور عالمی زبانوں میں ترجمہ کر کے ان کے انوارِ فیضان کو عام کیا جائے جس سے گم کردہ راہ انسانیت کو اسکی منزل مقصود نصیب ہو۔ اور یہی ہمارے نبی ﷺ کی بعثت کا بھی مقصد ہے۔ وما توفیق اللہ باللہ......